۱۷

تحریک جدید کے مطالبات کے متعلق جماعت کو انتباہ

(فرمودہ ۱۵ رمئی ۱۹۳۶ء)

تشہّد ، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ ابراہیم کی آیت وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِھِمْ لَنُخْرِجَنَّکُمْ مِنْ اَرْضِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰی اِلَیْھِمْ رَبُّھُمْ لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ [۱] تلاوت کی اور پھر فرمایا:-

میں نے بار بار جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان مشکلات اور ابتلاؤں کیلئے تیار کریں جو مستقبل میں ان کا انتظار کر رہے ہیں مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آرام یا آرام تو نہیں کہنا چاہئے آرام طلبی جو موجودہ طرزِ رہائش کی وجہ سے خصوصاً ہندوستانیوں میں پیدا ہو رہی ہے اِس کی وجہ سے اکثر دوست اس بات کی جو میں کہتا ہوں اہمیت کو نہیں سمجھتے اور اپنے اندر تغیر پیدا کرنے کیلئے آمادہ و تیار نظر نہیں آتے۔ میں اپنی جماعت کے متعلق یہ تو نہیں سمجھتا کہ ایسا ہو لیکن بعض دفعہ بدقسمتی سے انسان کی آنکھیں ایسی بند ہو جاتی ہیں کہ وہ نتائج اور انجام سے غافل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ مصیبت آکر اُسے پکڑ لیتی ہے۔ ہزاروں بادشاہتیں اور حکومتیں اسی طرح تباہ ہوگئیں کہ ان بادشاہتوں اور حکومتوں والے اپنے خیال میں اس یقین اور اطمینان سے بیٹھے رہے کہ کوئی دشمن ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہندوستان میں انگریزوں کا تسلّط اسی رنگ میں ہوا۔ یہاں کے حکمرانوں کو انہوں نے آپس میں لڑا دیا اور ان میں سے ہر ایک یہی سمجھتا رہا کہ ہم اپنے دشمن کو مار رہے ہیں اور کسی نے بھی یہ خیال نہ کیا کہ اپنے آپ کو مار رہے ہیں۔

ایک انگریز مصنف نے لکھا کہ ہندوستان کو ہم نے فتح نہیں کیا بلکہ ہندوستانیوں نے ہندوستان کو ہمارے لئے فتح کیا۔ سارے ہندوستان میں صرف ایک شخص تھا جس نے اس حقیقت کو سمجھا اور دوسروں کو اُکسایا اور ہوشیار کیا مگر کسی نے اس کی بات نہ سنی اور اس کی آواز بالکل رائیگاں گئی یہاں تک کہ ملک ہاتھ سے نکل گیا اور بعد میں افسوس سے ہاتھ ملنے لگے۔ انگریز بھی خوب سمجھتے ہیں کہ درحقیقت وہی ایک شخص تھا کہ جس نے ان کی تدابیر کو سمجھا کیونکہ ان کے دلوں میں اس کا اتنا بُغض ہے کہ وہ اس کے نام پر اپنے کُتّوں کا نام رکھتے ہیں جس کا اثر یہ ہے کہ گلی کُوچوں میں آوارہ پھرنے والے بچے بھی جب کسی کو چِڑانا چاہیں تو اُسے کُتّا کہنے کی بجائے ٹیپو ٹیپو کہہ کر پکارتے ہیں اور ان کو معلوم نہیں کہ ہندوستان میں صرف وہی ایک بادشاہ تھا جس نے اس خطرہ کو سمجھا جو یہاں اسلامی حکومت کو پیش آنے والا تھا۔ وہی تھا جس نے غیرت دکھائی اور غیرت پر جان قربان کردی۔ ٹیپو سلطان نے جب انگریزوں کے بڑھتے ہوئے تسلّط کو دیکھا (ٹیپو اُس کا نام نہیں بلکہ جس طرح پنجابی میں بعض لوگوں کے نام کے ساتھ کوئی لفظ ہوتا ہے جسے اُس کی اَلْ کہا جاتا ہے اِسی طرح ٹیپو کی اَلْ تھی) تو اُس نے چاروں طرف مسلمانوں کو خطوط لکھے کہ اسلامی عظمت کا نشان مٹ رہا ہے آؤ اکٹھے ہو جاؤ تا اسے بچایا جا سکے۔ اُس نے ایک طرف ایران کی حکومت کو لکھا تو دوسری طرف افغانستان کی سلطنت کو، پھر اُس نے ترکوں کو بھی لکھا اور اُس کے پہلو میں نظام کی جو حکومت تھی اُسے بھی متوجہ کیا اور یہاں تک لکھا کہ یہ مت سمجھو کہ میں اپنی عظمت چاہتا ہوں اگر تمہارا یہ خیال ہو تو میں تمہارے ماتحت ہو کر لڑنے کو تیار ہوں لیکن خدا کیلئے اور اسلام کی خاطر آؤ متحد ہو جائیں مگر جب بدقسمتی آتی ہے تو آنے والے خطرات سے انسان کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ اُسے موت آ دباتی ہے۔ اُس وقت کے نظام نے خیال کیا کہ چونکہ انگریز میرے دوست ہیں اور ان کی مدد سے میں ٹیپو کی حکومت کا خاتمہ کرنے والا ہوں اِس لئے ڈر کر اُس نے مجھے یہ تحریک کی ہے اور ایرانیوں، افغانوں اور ترکوں نے خیال کیا کہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہونے سے ہمیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ آخر اُس بندۂ خدا نے اکیلے ہی مقابلہ کیا اور اُس مقابلہ میں اس کا آخری فقرہ میں سمجھتا ہوں ایسا فقرہ ہے جسے تاریخ کبھی مٹا نہیں سکتی۔ بعض فقرات اپنے اندر ایسے پاکیزہ جذبات کو لئے ہوئے ہوتے ہیں کہ زمانہ کے اثرات

اور وقت کا بُعد انہیں مٹا نہیں سکتا۔ جس وقت اس قلعہ کی بیرونی فصیل کو توڑ کر جس میں وہ تھا ایک طرف سے انگریز اندر داخل ہوئے یا یوں کہنا چاہئے کہ بعض غدّار افسروں کی مدد سے وہ اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے تو اس کا ایک جرنیل دوڑ کر اس کے پاس پہنچا وہ اس وقت دو فصیلوں کے درمیان کھڑا اپنی فوج کو لڑا رہا تھا کہ اُسے اُس کے جرنیل نے یہ خبر دی کہ انگریز شہر میں داخل ہوگئے ہیں اور اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں سوائے اِس کے کہ آپ ہتھیار رکھ دیں اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیں وہ یقیناً آپ کا اعزاز کریں گے مگر جس وقت سلطان ٹیپو نے یہ سنا کہ انگریز شہر میں داخل ہوگئے ہیں اس نے تلوار میان سے نکال لی اور خود لڑائی میں کود پڑا اور اُس نے کہا کہ گیڈر کی سَو سال کی زندگی سے شیر کی ایک گھنٹے کی زندگی بہتر ہوتی ہے۔ ایک انگریز افسر جو شریف دل رکھتا تھا باوجود اِس کے کہ اس کے دشمنوں سے تعلق رکھتا تھا اپنے تذکرہ اور یادداشت میں بیان کرتا ہے کہ ہم نے متواتر اس کے سامنے یہ بات پیش کی کہ ہم فتح پا چکے ہیں اب تم ہمارے ساتھ کہاں لڑ سکتے ہو بہتر ہے کہ ہتھیار ڈال دو مگر وہ نہ مانا یہاں تک کہ میدان میں ڈھیر ہوگیا۔

یہ اکیلا شخص تھا جس نے ہندوستان کی آئندہ حالت کو سمجھا اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی مگر کوئی اس کی بات کو نہ سمجھا اور اس کے نتائج آج ہم دیکھ رہے ہیں ہزاروں غلامیوں کے طوق آج مسلمانوں کے گلے میں پڑے ہیں۔ وہ ایک غلامی کو رو رہے ہیں کہ یہاں انگریزی حکومت ہے حالانکہ ہندوؤں کی حکومت کا طوق بھی ان کی گردن میں ہے، سکھوں کی حکومت کا طوق بھی ان کی گردن میں ہے، بڑے بڑے تاجروں کی حکومت کا طوق ہے، ساہوکاروں کی حکومت کا طوق ہے، ہر محکمہ پر جو لوگ قابض ہیں ان کی حکومت کا طوق ہے، کوئی پیشہ، کوئی فن، کوئی ہنر اور کوئی میدان نہیں جس میں انہیں عزت حاصل ہو اور یہ سب نتیجہ اس آواز کے نہ سننے کا ہے جو انہیں وقت پر سنا دی گئی تھی۔ اُس وقت مسلمان بیوقوفی کی جنت میں بیٹھے رہے جو انہیں دوزخ میں لے گئی۔ انہوں نے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے سمجھ لیا کہ اب بلّی ان پر حملہ آور نہیں ہوگی لیکن وہ تو تشتّت، اختلاف اور تفرقہ کا زمانہ تھا لوگوں نے اس بات کو نہ سمجھا اور اختلاف کی رَو میں بہہ گئے۔ مگر ہماری جماعت کیلئے ویسا زمانہ نہیں ہم نئے نئے متحد ہوئے ہیں اور فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا [2] کا نظارہ پیش کر رہے ہیں ایسی جماعت کی قلبی اور اندرونی حالت یقیناً اس سے بہتر ہونی

چاہئے اور ہمارے اندر زیادہ بیداری اور ہوشیاری ہونی چاہئے۔

میں نے متواتر توجہ دلائی ہے کہ آئندہ کے خطرات کو محسوس کرو، اپنے اندر تغیر پیدا کرو اور ان قربانیوں کی طاقت اپنے اندر پیدا کرو جن کے نتیجہ میں محفوظ رہ سکو مگر بعینہٖ اس طرح جس طرح ایک افیونی کو جگایا جاتا ہے مگر وہ پھر سو جاتا ہے، پھر جگایا جاتا ہے اور پھر سو جاتا ہے، جماعت کے دوستوں کو جگایا جاتا اور ہوشیار کیا جاتا ہے اور وہ قربانی کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں مگر پھر سو جاتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ کب تک کوئی گلا پھاڑتا رہے گا اگر یہی حالت رہی تو تم سمجھ سکتے ہو اس کا انجام کیا ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا کے وعدے تمہاری کامیابی کیلئے ہیں خدا تعالیٰ کے وعدے مشروط ہوتے ہیں اور اگر انسان اپنے آپ کو ان کا مستحق بنائے تو وہ پورے ہوتے ہیں۔ کیا رسول کریم ﷺ سے جنگ احد میں کامیابی کے اللہ تعالیٰ کے وعدے نہ تھے پھر کیا صرف دس آدمیوں کی غلطی سے وہ فتح شکست نما نہ ہوگئی تھی؟ پس اگر ایک ہزار برس میں سے دس کی غلطی فتح کو شکست نما بنا سکتی ہے تو آج تم میں سے ہزاروں کی غفلت سے تمہاری فتح شکست نما کیوں نہیں بن سکتی۔ ہمارے لوگ اس بات پر مطمئن ہیں بالکل اسی طرح جس طرح غافل اور تباہ ہونے والی قومیں ہوتی ہیں کہ وہ ایک آئینی حکومت کے ماتحت آباد ہیں اور کہ انگریز منصف اور عادل ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان کو سبق دیا ہے کہ جن انگریزوں پر تم انحصار کر سکتے ہو وہ بھی تمہارے دشمن ہو سکتے ہیں مگر افسوس کہ ہمارے دوستوں کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلیں۔ میرے بار بار کے خطبات کے باوجود بعض دوست لکھتے رہتے ہیں کہ ہماری سفارش کر دو حالانکہ آجکل حکومت کے بعض انگریز افسر بھی جماعت احمدیہ کے شدید دشمن ہیں ایسے ہی دشمن جیسے چوہدری افضل حق صاحب اور مولوی عطاء اللہ صاحب۔ ہم پر صریح ظلم کیا جاتا ہے، صریح جھوٹ ہمارے متعلق بولا جاتا ہے مگر ایسے افسر کوئی توجہ نہیں کرتے بلکہ ایسا کرنے والوں کو انگیخت کرتے ہیں مگر ہم میں سے بعض بے حیا بن کر کہتے ہیں کہ ہماری سفارش کرو۔ مجھے اُس وقت حیرت ہوتی ہے کہ انسان بے حیائی میں کتنا کمال تک پہنچ سکتا ہے وہ ان باتوں کو شاید مبالغہ اور مذاق سمجھتے ہیں جو باتیں مجھے معلوم ہیں وہ تو بہت بڑی ہیں مگر جتنی میں نے بتائی ہیں ان کا ہزارواں حصہ بھی اگر ایک شخص کے متعلق ثابت ہو تو میں موت کو اس کے پاس سفارش کرنے کو ترجیح دوں۔ تمہارے دل میں تو ان باتوں کا اتنا

احساس چاہیئے تھا کہ خواہ پھانسی پر لٹکنا پڑتا، تمہارے بیوی بچوں کو تمہارے سامنے قتل کر دیا جاتا، تو تم اس بات کو زیادہ پسند کرتے بہ نسبت ایسے لوگوں کے پاس سفارش لے جانے کے۔ ایسے افسر تو ہمارے دشمن ہیں مگر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے تو کہا ہے کہ

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بہ پائے مردیٔ ہمسایہ در بہشت

یعنی ہمسایہ کی مدد سے جنت میں جانا دوزخ کے برابر ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس قسم کی مثالیں محدود ہیں۔ نہ ہندوستان کی ساری گورنمنٹیں ایسی ہیں نہ پنجاب گورنمنٹ کے سارے افسر ایسے ہیں مگر سوال تو یہ ہے کہ ایسے وقت میں کون کہہ سکتا ہے کہ کون کیسا ہے۔ پس ان حالات میں مناسب یہی ہے کہ انسان غیرت سے کام لے اور کہے کہ ہم سفارش نہیں کراتے۔

آج حالت یہ ہے کہ پچھلے دنوں ایک بڑے افسر نے کہا کہ احمدیوں کی بھرتی کی حکومت نے ممانعت نہیں کی اور بعض افسروں نے اعلان کیا تھا کہ سیدوں کی بھرتی منع نہیں ہے مگر میں نے تحقیقات کی ہے یہ دونوں باتیں صحیح ہیں یہ حکم بھی ہے کہ سیدوں کو بھرتی نہ کیا جائے اور یہ حکم بھی کہ احمدیوں کو بھرتی نہ کیا جائے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ معاملہ کیا ہے۔ اس بڑے افسر کو یا تو علم ہی نہ تھا یا اس نے غلط بیانی کی لیکن جب یہ صحیح ہے کہ ایک طبقہ ضرور ہمارا مخالف ہے تو ہمیں چاہیئے دوسروں کے پاس کوئی سفارش نہ لے جائیں۔ جو مخالف نہیں اگر ان کے پاس ہم سفارش کریں تو ممکن ہے وہ تو کوئی احسان نہ جتائیں مگر مخالف طبقہ ضرور کہے گا کہ ہم نے فلاں وقت تمہارا کام کر دیا تم ہمیں کس طرح اپنا مخالف کہتے ہو اور یہ الفاظ سننے کیلئے کیا تمہاری غیرت تیار ہے؟ بے شک ایسے افسر اَور ہیں اور دوست اَور مگر ہمیں تو اتنی عقل چاہیئے کہ اس کے نتیجہ میں ہمیں کیا طعنہ ملے گا۔ بے شک جو انگریز ہمارے دوست ہیں یا حُسنِ ظنی رکھتے ہیں وہ ایسی بات یاد نہیں دلائیں گے اور سمجھیں گے کہ یہ اچھے شہری ہیں، قانون کے پابند ہیں اور مُلک میں امن قائم کرتے ہیں ان کے بھی حقوق ہیں انہیں کیوں تلف کریں مگر وہ حصہ جو جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتا وہ دوسروں کے کام کو لے کر ہمارے منہ پر مارے گا اور کہے گا تمہیں یاد نہیں فلاں وقت ہم نے تمہارا فلاں کام کیا تھا۔ مگر افسوس کہ جماعت کے بعض لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ پتہ نہیں ہمارے ساتھ جو ہو رہا ہے اور جس کا میں نے بار بار

اپنے خطبات میں ذکر بھی کیا ہے وہ ان سب باتوں کو مبالغہ یا مخول اور کھیل ہی سمجھتے ہیں۔ میں جب یہ حالت دیکھتا ہوں تو اگرچہ لفظوں سے تو نہیں کہتا مگر میرا دل چاہتا ہے کہ اگر جائز ہوتو خدا تعالیٰ سے کہوں کہ وہ جماعت کے ابتلاؤں کو اَور بھی بڑھادے تا ایسے دوستوں کے حواس درست ہوں۔ خدا ابتلاؤں کو اتنا بڑھائے کہ یہ سونے والے بیدار ہوجائیں اور پاگل عقلمند بن جائیں اور وہ سمجھیں کہ یہ تو پھر بھی غیر لوگ ہیں سعدی نے تو کہا ہے کہ ہمسایہ کی مدد سے جنت میں جانا بھی دوزخ میں جانے کے برابر ہے۔

میں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکومت کا ابتلاء اسی وجہ سے آیا ہے تا اللہ تعالیٰ ہمیں بتادے کہ انگریزی حکومت میں بھی ایسے کل پُرزے آسکتے ہیں جو ہمیں نقصان پہنچائیں گو یہ آج تھوڑے ہیں مگر کسی کو کیا معلوم کہ کل زیادہ ہوجائیں۔ اگر آج حکومتِ پنجاب میں ہیں تو کل حکومت ہند میں بھی ہوسکتے ہیں۔ جو شخص کسی دوسرے کے سہارے بیٹھا رہتا ہے اس سے زیادہ احمق اور بے حیا کوئی نہیں ہوسکتا۔ انگریز خواہ کتنے اچھے کیوں نہ ہوں مگر ہم کیوں ان کے سہارے پر رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ اپنے والد صاحب کا ایک واقعہ لُطف لے کر بیان کیا کرتے تھے کہ آپ جب فوت ہوئے اُس وقت اسّی سال کے قریب عمر تھی مگر وفات سے ایک گھنٹہ پہلے آپ پاخانہ کیلئے اُٹھے آپ کو سخت پیچش تھی اور پاخانہ کیلئے جارہے تھے کہ رستہ میں ایک ملازم نے آپ کو سہارا دیا مگر آپ نے اُس کا ہاتھ جھٹک کر پرے کردیا اور کہا کہ مجھے سہارا کیوں دیتے ہو؟ اس کے ایک گھنٹہ کے بعد آپ کی وفات ہوگئی۔ تو جب ایک معمولی مؤمن بھی کسی کا سہارا لینا پسند نہیں کرتا تو خدا تعالیٰ کی خاص جماعت کب ایسا کرسکتی ہے۔ مؤمن تو ہر ایک ہوسکتا ہے خواہ وہ نبی کے ہزارہا سال بعد ہو مگر تم میں تو ابھی کئی صحابہ موجود ہیں اور تم سب تابعی ہو پھر تم کس طرح یہ پسند کرسکتے ہو کہ کسی کا سہارا لو اور سہارا بھی اُن کا جو عیسائی ہیں اور جن کے مذہب کو مٹانے کیلئے تم کھڑے ہوئے ہو۔ تمہارا ہاتھ ہمیشہ اونچا ہونا چاہئے تم ان کی مدد تو کرو مگر ان کی مدد مت لو۔ ایک اچھے شہری کی طرح تمہارا فرض ہے کہ ملک میں امن قائم کرو اور اگر حکومت کسی مصیبت میں ہو تو اس کی تائید کرو جس طرح تمہارا فرض ہے کہ اگر حکومت رعایا پر ظلم کرے تو رعایا کی مدد کرو مگر

تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ بھیک کا ٹھیکرا لے کر اس کے پاس مانگنے جاؤ۔ مؤمن کی غیرت کا مقام بہت بلند ہوتا ہے وہ مر جانا پسند کرتا ہے مگر مانگنا پسند نہیں کرتا اور دوسرے کو اپنا سہارا بنانا گوارا نہیں کر سکتا۔ تم کس طرح موحد ہو سکتے ہو جب کہ سمجھو کہ انگریز تمہاری جانیں بچائیں گے۔ اگر تمہاری جانوں کا انحصار انگریزوں پر ہے تو یہ آج بھی نہیں ہیں اور کل بھی نہیں۔ انگریزوں کی حکومت بھی آخر انسانوں کی حکومت ہے جو ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ ابی سینیا کا جو حشر ہوا ہے اس کے بعد خود انگریزی اخبار لکھ رہے ہیں کہ انگریزی حکومت لڑکھڑا رہی ہے اور شاید یہ پہلا موقع ہے کہ انگریزی حکومت کے وزیر اعظم نے یہ کہا ہے کہ میں اپنے نفس میں ذلت محسوس کر رہا ہوں۔

پس آدمیوں پر انحصار رکھنا حماقت ہے تم اپنے نفسوں میں وہ قوت پیدا کرو کہ کوئی دشمن تم کو ہلاک نہ کر سکے اور ایسی طاقت اول ایمان کی طاقت ہے اور دوسرے اتحاد اور قوتِ عمل کی۔ انسان جب ایمان لے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا نگران ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کبھی نہیں مرتا۔ رسول کریم ﷺ سے زیادہ صحابہ کو کس سے عشق ہو سکتا ہے چنانچہ جب آپ فوت ہوئے تو حضرت عمرؓ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو کہے گا رسول کریم فوت ہو گئے ہیں میں اسے قتل کر دوں گا [۳]۔ حضرت ابو بکرؓ اس وقت باہر گئے ہوئے تھے جب آپ کو خبر ہوئی تو آپ آئے اور اندر گئے، جسم پر سے کپڑا اُٹھایا، ماتھے پر بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا۔ یعنی ایک تو جسمانی موت آئی ہے اس کے ساتھ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کی اُمت خراب ہو جائے۔ اس کے بعد آپ باہر آئے اور کہا کہ لوگو رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں جس طرح تمام پہلے انبیاء فوت ہو چکے ہیں مَنْ کَانَ مِنکُم یَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ۔ سنو تم میں سے بعض سمجھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں یہ شرک ہے اور عبادت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرتا ہے میں اسے خبردار کرتا ہوں کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ وَمَنْ کَانَ مِنکُم یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ [۴]۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اُس کا معبود زندہ ہے اور کبھی نہیں مر سکتا۔

پس ہم تو ان لوگوں کے قائمقام ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کو بھی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ پر کھڑا کرنا جائز نہیں سمجھا۔ ابو بکرؓ نے تو اتنی غیرت دکھائی کہ کہا محمد رسول اللہ ﷺ انسان

تھے اور فوت ہو چکے ہیں مگر تم میں سے بعض ایسے بے غیرت ہیں کہ سمجھتے ہیں انگریز ہمیشہ رہیں گے اور ان کی حفاظت کریں گے اور اگر یہی حالت رہی تو یاد رکھو کہ انگریزی حکومت تو کسی دن جاتی ہی رہے گی مگر ساتھ ہی وہ ایسے لوگوں کو بھی لے ڈوبے گی۔ صرف خدا زندہ ہے اور وہی زندہ رہے گا جس کا وہ سہارا ہے۔ باقی حکومتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں ان کے نقطہ ہائے نگاہ بھی بدلتے رہتے ہیں مستقبل کا کسی کو کیا علم ہوسکتا۔ آج سے تین سَو سال پہلے کسی کو کیا علم تھا کہ انگریزوں کی حکومت اتنی وسیع ہو جائے گی اور کون کہہ سکتا ہے کہ آج سے سَو سال بعد ان کی یہ حکومت افسانہ بن کر نہ رہ جائے گی۔

خوب یاد رکھو کہ انگریز بھی تبھی زندہ رہ سکتے ہیں جب وہ خدائے واحد سے تعلق پیدا کریں اور اسی پر توکّل کریں اور تم بھی اسی طرح زندہ رہ سکتے ہو۔ زندگی کے سامان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں یہ ضروری نہیں کہ جس طرح پہلی قومیں تباہ ہوگئیں انگریز بھی ہو جائیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر یہ جھوٹ اور فریب پر اپنی حکومت کی بنیاد رکھیں گے، انصاف کے مقابلہ میں پرسٹیج کا زیادہ خیال رکھیں گے تو جس طرح روما اور کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتیں تباہ ہوئیں یہ بھی تباہ ہو جائیں گے لیکن اگر یہ سچ پر قائم ہوں، انصاف کریں اور خدا سے تعلق پیدا کر کے اُسی پر توکّل رکھیں تو ان کی جو پچھلی زندگی ہے اس سے بہت زیادہ لمبی زندگی انہیں مل سکتی ہے مگر پھر بھی وہ تمہارا سہارا نہیں بن سکتے۔ تم خدا کی جماعت ہو اور خدا کو تمہارے لئے غیرت ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنی بیاہتا بیوی کو کسی غیر کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پھرتا دیکھے تو اُسے غیرت آتی ہے اسی طرح خدا کو غیرت آتی ہے جب اس کی جماعت کسی غیر کا سہارا لے۔ پس انگریز اگر ہمیشہ بھی رہیں تو وہ تمہارا سہارا نہیں بن سکتے۔ باقی رہے دوسرے دشمن ان کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ **قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَکْبَرُ**[۵] ان کا بغض ان کے مونہوں سے ظاہر ہو گیا ہے اور جو دلوں میں ہے وہ بہت زیادہ ہے۔

امرتسر میں احرار کی جو کانفرنس ہوئی ہے اس میں اس امر پر بہت زور دیا گیا ہے کہ ہمارا کام ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنا ہے اور اس کے ساتھ سب احمدیوں کو بھی۔ یہ **بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ** ہے لیکن ان کے دلوں میں جو ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے اور وہ یہ ہے کہ نکالیں گے

کیوں؟ یہیں پھانسی پر لٹکائیں گے۔ یہ وہ دشمن ہے جو تمہارے گرد گھیرا ڈال رہا ہے، روز بروز زیادہ منظّم ہو رہا ہے اور طاقت پکڑ رہا ہے چاہے وہ احرار کی صورت میں ہو اور چاہے کسی اور صورت میں ہو شیطان کو اس سے غرض نہیں کہ اس کا نام احراری رہے۔ تمہاری نظر مجلسوں پر ہے اور تم سمجھتے ہو مجلس احرار کو کل جو طاقت حاصل تھی وہ آج نہیں حالانکہ میں نے بار بار کہا ہے کہ تمہارا مقابلہ احرار سے نہیں شیطان سے ہے۔ مجھے یاد ہے ہم میں سے بعض کہا کرتے تھے کہ اب مولوی ثناء اللہ صاحب کی طاقت ٹوٹ گئی ہے مگر اب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ان کی طاقت زیادہ تھی یا احرار کی۔ اسی طرح اب بعض یہ خیال کر رہے ہیں کہ احرار کی طاقت ٹوٹ گئی ہے اب ہم سو جائیں۔ مگر یاد رکھو تمہارے لئے سونا مقدر نہیں ہے تم یا تو جاگو گے اور یا مرو گے یہ ممکن نہیں کہ لمبی دیر تک سوسکو۔ جب سوؤ گے مرو گے یہ سچائیاں ہیں جو ہر نبی کے زمانہ میں ظاہر ہوئیں۔ قرآن کریم کو پڑھو اس کا ایک ایک لفظ اس کی تصدیق کرے گا۔ پھر کیا تمہیں اس پر بھی اعتبار نہیں کہ سمجھتے ہو تمہارے ساتھ ویسا نہ ہوگا۔ حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور سب سے آخر آنحضرت ﷺ کے وقت جو کچھ ہؤا کیونکر ممکن ہے کہ وہ پیالہ تم کو نہ پینا پڑے وہ ضرور پینا پڑے گا۔ اگر منہ سے نہیں پیؤ گے تو نلکیوں کے ذریعہ نتھنوں کے رستہ پلایا جائے گا اور اگر اس طرح بھی نہیں پیؤ گے تو پیٹ چاک کر کے پلایا جائے گا۔

دشمن اس فکر میں ہے کہ تم کو ہندوستان سے نکال دے اور یہ وہ چیز ہے جس کا اظہار اس کے منہ سے ہو گیا اس کے دل میں جو کچھ ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے اور تم اس خیال میں ہو کہ ایک حکومت جو قانون کی پابند ہے اور وہ تمہارے حفاظت کرے گی۔ اس حکومت کے ایک حصہ نے بتا دیا ہے کہ جب وہ پکڑے گی قانون بھی مٹ جائے گا بھلا وہ کونسا قانون تھا جس کے ماتحت ایک افسر نے دو سکھ نمبرداروں کو بلا کر یہ کہا کہ ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہؤا ہے کہ خلیفۂ قادیان نے تم کو بلا کر پچاس پچاس روپے دیئے تھے کہ عیدگاہ کے کیس میں شہادت بدل دو اور اس طرح انہیں جھوٹ بولنے کی تحریک کی اور ایک دوسرے افسر نے ملاقات کے وقفہ میں صاف لفظوں میں ان کو ایسی گواہی دینے کا مشورہ دیا۔ کیا اِس امر کا کروڑواں بلکہ اربواں کھربواں حصہ بھی سچ ہے؟ اور انگریزی حکومت کے بعض افسر اگر اتنا جھوٹ بول سکتے ہیں تو کیا تم سمجھتے ہو کہ بعض دوسرے افسر

کسی وقت جھوٹ بول کر تمہیں سزائیں نہیں دلوا سکتے۔

جب خدا کسی قوم کو سزا دینا چاہتا ہے تو سب کچھ کرالیتا ہے اس لئے اطمینان سے نہ بیٹھو کہ تمہارے سر پر تلوار منڈلا رہی ہے۔ صرف خدا پر توکّل کرو حاکموں کے دل بھی خدا کے قبضہ میں ہیں وہ چاہے تو انہیں نیک بنا سکتا ہے۔ پس تم یہ مت کہو کہ خدا ہم سے ضرور یوں معاملہ کرے گا بلکہ خدا والے بنو پھر تمہارے لئے امن ہوگا خواہ وہ انگریزوں سے کرادے، خواہ ہندوستان میں آئندہ قائم ہونے والی حکومت کے ذریعہ اور خواہ تمہارے اپنے ہاتھوں سے جو سب سے بہتر ہیں مگر اس کیلئے ضروری ہے کہ غفلتوں اور سُستیوں کو ترک کردو۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ جماعت میں آج گزشتہ سال سے دسواں حصہ بھی جوش نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کیلئے خدا تعالیٰ کوئی لاٹھی بھیجے تو اُن کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ پچھلے سال لٹھ پڑے تھے تو تم بیدار تھے آج خدا نے ان میں کمی کردی ہے تو تم پھر سو گئے ہو۔ پچھلے سال تحریک جدید کے دو ماہ کے اندر اندر آمد تحریک سے بھی بڑھ گئی تھی مگر اس سال گو وعدے زیادہ ہیں مگر آمد دو تہائی ہے اور اس حساب سے اندازہ ہے کہ سال کے آخر تک ۷۴، ۷۵ ہزار آمد ہوگی مگر خرچ کا بجٹ ایک لاکھ اٹھائیس ہزار ہے۔ ممکن ہے میں غلطی پر ہوں مگر میرا خیال یہی ہے کہ یہ ادنیٰ ایمان ہے کہ انسان کہہ دے کہ میں کچھ نہیں کروں گا۔ مگر جو کہتا ہے اور پھر کرتا نہیں وہ مؤمن نہیں غدّار اور منافق ہے۔

میں نے کئی بار کہا ہے کہ کوئی چندہ مت لکھاؤ جو دے نہ سکو۔ جبری چندوں کے متعلق تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ زبردستی لئے جاتے ہیں مگر تحریک جدید کے چندہ کے متعلق تو میں نے صاف کہا ہؤا ہے کہ جس کی مرضی ہو وہ دے اور جتنا کوئی چاہے دے پھر بھی جو لکھوانے کے باوجود نہیں دیتا وہ یہ بتاتا ہے کہ اُسے دین کی کوئی پرواہ نہیں وہ صرف نام لکھوا کر واہ واہ چاہتا ہے اور یہی بات بڑھتے بڑھتے جنون تک پہنچ جایا کرتی ہے۔ ایک شخص کا مجھے خط آیا ہے کہ گزشتہ سال میں نے اس اس قدر (شاید تیس چالیس) روپیہ کا وعدہ کیا تھا مگر دے کچھ نہیں سکا اس سال میرا وعدہ تین ہزار کا لکھ لیں۔ یہ اس MENTALITY اور ذہنیت کا آخری نتیجہ ہے جو انسان کو بےعمل کردیتی ہے ہر بُرے عمل کا آخری نتیجہ اُس کے بھیانک پن کو ظاہر کردیتا ہے۔ ایسا انسان جو وعدہ کرتا ہے مگر پورا نہیں کرتا

وہ خدا کو دھوکا دینا چاہتا ہے وہ سمجھتا ہے خدا یہ نہیں دیکھے گا کہ اس نے کتنا دیا بلکہ صرف یہ دیکھے گا کہ وعدہ کتنے کا کیا۔ پھر یہی نہیں کہ لوگوں نے اتنا لکھوایا ہے جو دے نہیں سکتے۔ میں جماعت کے حالات سے واقف ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ بعض لوگ اگر اپنی ذمہ داری کو سمجھتے تو اِس سے دُگنا دے سکتے تھے جتنا اب دیا ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو زیادہ حصہ لے سکتے تھے مگر کم لیا ہے اور پھر بہت ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی حیثیت سے تین چار گنا زیادہ دیا ہے ایسے لوگ یقیناً اپنے عمل کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے لیں گے مگر ان کے اعمال ان لوگوں کیلئے کافی نہیں ہو سکتے جنہوں نے کہنے اور وعدہ کرنے کے باوجود حصہ نہیں لیا۔ پنجاب کی ایک بڑی جماعت ہے جس نے پانچ ماہ کے عرصہ میں ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا وہ لکھوا کر سو گئے۔ پھر کئی ایسے بھی ہیں جو نہایت غریب ہیں مگر اس عرصہ میں قریباً سارے کا سارا ادا کر چکے ہیں جس سے پتہ لگتا ہے کہ مال کے پاس ہونے یا نہ ہونے کا سوال نہیں بلکہ اخلاص کا سوال ہے۔ بیسیوں ایسے ہیں جن کی رقمیں فہرست میں دیکھ کر مجھے شک ہوتا ہے کہ غلطی سے تو نہیں لکھ دی گئیں کیونکہ بظاہر ان سے اتنا دینے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ تو یہ اخلاص کی بات ہے طاقت کی نہیں جتنا ایمان ہو اس کے مطابق کام ہوسکتا ہے۔ مجلس مشاورت کے موقع پر جو نمائندے آئے وہ وعدے کر کے گئے تھے کہ جاتے ہی اِس طرف توجہ کریں گے مگر حقیقت یہ ہے کہ ننانوے فیصدی نے کوئی توجہ نہیں کی یا کم سے کم ان کی توجہ کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔

باقی رہیں دوسری قربانیاں ان کا بھی یہی حال ہے ابھی تک میں یہی سنتا ہوں کہ فلاں کی فلاں سے لڑائی ہے حتّٰی کہ نماز بھی الگ پڑھی جاتی ہے۔ ایک دوست نے سنایا کہ ایک جگہ پانچ احمدی ہیں اور پانچوں الگ الگ نماز پڑھتے ہیں۔ میں اس دوست پر حیران تھا کہ وہ انہیں احمدی کس طرح کہتے ہیں۔ یہ کہنا چاہئے کہ وہاں احمدیت کیلئے پانچ کلنک کے ٹیکے ہیں اور پانچوں تاریکیاں الگ الگ جگہ چھائی ہوئی ہیں۔ احمدی تو بڑا لفظ ہے اس سے ادنیٰ درجہ کا مؤمن بھی اس قدر بے حیا نہیں ہوسکتا کہ خدا کی عبادت میں بھی تفرقہ ڈالے۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ خدا کی عبادت میں ایسا نہ کرو مگر بعض لوگوں پر کوئی ایسی لعنت برسی ہے کہ ان پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔

پھر میں نے بار بار توجہ دلائی ہے کہ اپنی اولادوں کو کام کا عادی بناؤ مگر اس تحریک میں

مجھے کئی ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا کہ جو اِس وجہ سے اولاد سے کام نہیں کراتے کہ گرمی زیادہ ہے بھوکے مریں گے مگر جب کہا جائے کہ جو کارخانے کھولے جارہے ہیں ان میں اولاد کو داخل کردو تو کہیں گے کہ وہاں گرمی میں کام کرنا پڑتا ہے۔ ہم تو گرم ملک کے رہنے والے ہیں مگر سرد ملک کے رہنے والے انگریز گرمی میں کام کرنے سے نہیں گھبراتے۔ انگلستان میں چھ ماہ تو برف ہی پڑتی رہتی ہے اور گرمیوں میں بھی اتنی سردی ہوتی ہے کہ آدمی ٹھٹھرنے لگتا ہے۔ جب میں وہاں گیا تھا تو سخت گرمی کا موسم تھا حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے گرم پاجامہ پہنا اور کہنے لگے کہ میں نے ہندوستان میں سخت سردیوں کے موسم میں بھی اسے کبھی نہ پہنا تھا مگر ایسے سرد ملک کے رہنے والے لوگ انجنوں پر کام کرتے ہیں۔ ہمارے ملک کے لوگ شکایت کرتے ہیں کہ انگریزوں نے نوکریاں سنبھال لی ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ کیوں نہ سنبھالیں وہ نہیں سنبھالیں گے تو کیا وہ نکمّے لوگ سنبھالیں گے جو گرمی گرمی پکارتے ہیں اور اولادوں کو گھروں میں بیکار بٹھائے رکھتے ہیں۔

میں نے الفضل والوں سے کہا تھا کہ وہ شہروں میں ایجنسیاں قائم کریں مگر وہ شکایت کرتے ہیں کہ نوجوان یہ کام نہیں کرتے اور اگر کوئی کرتا ہے تو وہ روپیہ نہیں دیتا جس قوم کے نوجوان چند پیسے بھی لے کر ادا نہ کریں اور بے کار پھریں کام کیلئے تیار نہ ہوں وہ کب امید کر سکتی ہے کہ زندہ رہے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے جس سے مخالف مراد ہیں مگر جماعت کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک بڑی لمبی نالی ہے اور اس نالی پر ہزارہا بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اس طرح پر کہ بھیڑوں کا سر نالی کے کنارہ پر ہے اس غرض سے کہ تا ذبح کرنے کے وقت ان کا خون نالی میں پڑے، ہر ایک بھیڑ پر ایک قصاب بیٹھا ہے اور ان تمام قصابوں کے ہاتھ میں ایک ایک چھری ہے جو ہر ایک بھیڑ کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور آسمان کی طرف ان کی نظر ہے گویا اللہ تعالیٰ کی اجازت کے منتظر ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو دراصل فرشتے ہیں بھیڑوں کے ذبح کرنے کیلئے مستعد بیٹھے ہیں محض آسمانی اجازت کی انتظار ہے، تب میں ان کے نزدیک گیا اور میں نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ [6] یعنی میرا خدا تمہاری کیا پرواہ کرتا ہے اگر تم اس کی پرستش نہ کرو اور اس کے حکموں کو نہ سنو۔ میرا یہ کہنا تھا کہ فرشتوں نے فی الفور اپنی بھیڑوں پر

چھریاں پھیر دیں اور کہا کہ تم چیز کیا ہو گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ نکمّے لوگ مٹا دیئے جاتے ہیں بھیڑیں تو پھر بھی گوہ کھا کر نجاست کو دور کرتی ہیں لیکن نکمّا آدمی تو اس سے بھی بدتر ہے۔

پھر میں نے توجہ دلائی کہ صلح کرو اور آپس میں محبت پیدا کرو مگر اس کی طرف بھی پوری توجہ نہیں کی جاتی۔ غرض جماعت کا ایک معتد بہ حصہ ایسا ہے یہ نہیں کہ ساری جماعت ایسی ہے مگر غرباء میں بھی اور امراء میں بھی ایسے لوگ ہیں جو ہمارے ملک کے اس عام مرض میں مبتلاء ہیں یہ لوگ وعظ مزے لینے کیلئے سنتے ہیں عمل کیلئے نہیں۔ اگر عمل کیلئے سنتے تو آج تک ولایت اور سلوک کی کئی منازل طے کر چکے ہوتے مگر وہ مزے کیلئے سنتے یا اخبار میں پڑھتے ہیں۔ اگر جماعت ان باتوں کی طرف توجہ کرے جو میں بتاتا ہوں تو یقیناً وہ وعدے پورے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں اور جو پہلے انبیاء کی جماعتوں کے متعلق پورے ہوئے۔ پہلے ہمیں کہا جاتا تھا کہ ذرا افغانستان جاؤ، ایران جاؤ اور دیکھو وہاں تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے مگر اب اس نئے انتظام کے ماتحت چونکہ خیال ہو گیا ہے کہ حکومت ہندوستانیوں کو مل جائے گی اِس لئے کہا جاتا ہے کہ ملک سے نکال دیں گے مگر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا ہے کہ انبیاء کے مخالف ہمیشہ ان کو یہ کہتے رہے ہیں کہ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ اَرْضِنَا یعنی ہمیشہ رسولوں کو ان کی کافر قومیں یہ کہتی رہی ہیں کہ ہم تمہیں اِس ملک سے نکال دیں گے ورنہ اپنا دین چھوڑ کر ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ یہ مماثلت بھی آج احرار نے پوری کر دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ اپنے جیسے پہلے سب لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں کیونکہ احرار کے منہ سے لَتَعُوْدُنَّ نہیں نکلا بلکہ صرف یہی کہتے ہیں کہ پکڑ کر سمندر پار کر دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو تسلی دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ یعنی یہ کیا نکالیں گے اللہ تعالیٰ اِن کو دنیا سے نکال دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا مگر اِس کیلئے ضروری ہے کہ پہلے وہ تبدیلی پیدا کرو جو نبیوں کی جماعتوں کے لئے ضروری ہے۔ یہ تو ابتدائی زینہ ہے جو میں نے بتایا ہے اسے انتہائی سمجھ کر بیٹھ نہ جاؤ۔ اس سے بہت بڑی بڑی قربانیوں کا نقشہ میرے ذہن میں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو اپنے وقت پر میں انہیں بیان کروں گا اور اگر آپ دیانتداری کے ساتھ میری اتباع کریں گے تو جس طرح یہ یقینی بات ہے

کہ اِس وقت سورج نصف النہار پر ہے اسی طرح فتح یقینی ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کی برکتیں کام سے نازل ہوتی ہیں۔ پہلے اُس کے بن جاؤ، اُسے اپنا ربّ بنالو، پھر اُس کی طرف سے تمہیں وحی ہوگی کہ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ یعنی بہت اچھا ہم ان کو مٹا دیں گے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا ایک واقعہ ہے جو میں نے کئی بار سنایا ہے۔ وہ بادشاہ کے دربار میں نہیں جایا کرتے تھے مخالفوں نے بادشاہ کو اُکسایا کہ یہ اپنی حکومت بنانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ ناراض ہوگیا وہ بہار کی طرف جارہا تھا اِس لئے اُس نے کہا کہ واپس آ کر سزا دیں گے۔ چنانچہ جب وہ واپس آ رہا تھا آپ کے مریدوں نے عرض کیا کہ حضور! بادشاہ آیا ہی چاہتا ہے کوئی صورت کرنی چاہئے جس سے وہ سزا نہ دے مگر آپ نے فرمایا ہنوز دلّی دور است۔ وہ اور قریب آیا مریدوں نے پھر توجہ دلائی مگر آپ نے پھر وہی جواب دیا حتّٰی کہ بادشاہ شہر کے باہر آ موجود ہؤا۔ اسلامی طریق یہی ہے اور رسول کریم ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ رات کو شہر سے باہر ہی قیام کر کے صبح شہر میں داخل ہوتے اسی کے مطابق بادشاہ نے بھی رات شہر سے باہر قیام کیا۔ مرید اور بھی پریشان تھے انہوں نے پھر جا کر عرض کیا کہ کوئی تدبیر کی جائے مگر آپ نے پھر فرمایا ''ہنوز دلّی دُور است''۔ رات جشن ہؤا بادشاہ کے لڑکے اور دوسرے امراء نے دعوتیں کیں اور ہجوم اتنا ہو گیا کہ چھت گر پڑی اور بادشاہ دب کر مر گیا۔

پس اگر تم خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرلو، سچی قربانیوں کیلئے تیار ہو جاؤ اور ان باتوں پر غور کرو جو میں بتاتا ہوں اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ضرور کامیاب ہو کر رہو گے۔ زمانہ تمہیں نافرمانی کی سزا یا اِتباع کے نتیجہ میں کامیابی دے کر بتا دے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ایک بھی میری نہیں لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ ضروری ہے کہ جو سلوک پہلے انبیاء کی جماعتوں سے ہؤا وہ تم سے ہو اور جب تم امتحانوں میں پاس ہو جاؤ گے تو تمہاری فتح بھی یقینی ہوگی۔ اگر اپنی اصلاح کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکات نازل ہوں گی اور اگر سُستی کرو گے تو انجام جتنا بھیانک ہے وہ میں نے بتا دیا ہے۔ ابھی دشمن جو کہتا ہے ڈرتے ڈرتے کہتا ہے کہ شاید حکومت پکڑ نہ لے مگر پھر بھی وہ کہہ چکا ہے کہ احمدیوں کو مُلک سے نکال دیا جائے گا گو حکومت کا رویہ احرار کو پکڑنے والا نہیں۔ بار بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی جاتی ہیں خصوصاً اخبار مجاہد کی

طرف سے تو حکومت نے کانوں میں روئی ٹھونسی ہوئی ہے، وہ بار بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دجّال، کذّاب، شرابی، عیّاش اور زانی لکھتا ہے لیکن حکومت کو ذرا احساس نہیں ہوتا کہ ایک قانون ہے جو اس نے خود بانیانِ مذاہب کی عزت کے تحفظ کیلئے بنوایا ہوا ہے وہ کہاں گیا۔ ان حالات میں سوائے اس کے کہ ''مجاہد'' اور بعض افسروں میں سمجھوتہ ہے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ دشمن جس قِسم کی شرارت کرر ہا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُسے بعض افسروں کی انگیخت اور سہارا ہے لیکن اگر آپ لوگ اپنی اصلاح کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل کریں تو ایسے سمجھوتے سب کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ جائیں گے۔ ایسے بددیانت حاکموں کو بھی ضرور سزا ملے گی، اُن کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل جائے گی، خواہ اللہ تعالیٰ اُن سے بڑے افسروں کے ذریعہ ان کو سزا دے یا آسمان سے حکم جاری کرے۔ لیکن اگر ہماری طرف سے سُستی اور غفلت ہو تو اللہ تعالیٰ کی غیرت بھڑکنے کی کوئی وجہ نہیں اور وہ انتظار کرے گا جب تک کہ ہم اپنی اصلاح نہ کرلیں یا ہماری جگہ کوئی اور قوم کھڑی نہ ہو جائے۔ جب تک ہم اپنے نفسوں میں تبدیلی نہ کریں گے، جب تک جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانی کیلئے تیار نہ ہوں گے، سُستیوں اور غفلتوں کو ترک نہ کریں گے اُس وقت تک کامیابی محال ہے۔

ابھی ایک مقدمہ میرے پاس آیا ہے اور عمر بھر میں میرا یہ پہلا تجربہ تھا کہ فریقین کی باتیں اتنی متضاد تھیں کہ ایک اُن میں سے ضرور خطرناک جھوٹ بول رہا تھا۔ احمدیوں کے متعلق یہ میرا پہلا مشاہدہ تھا کہ ایک فریق خطرناک جھوٹ بول رہا تھا اور ایک موقع پر تو فریقین نے اقرار کرلیا کہ فلاں وقت وہ دونوں جھوٹ بول چکے ہیں۔ پس جب تک اپنی اصلاح نہ کرو گے عزت نصیب نہیں ہوگی، جب تک آپس میں صلح نہ کرو، محبت پیدا نہ کرو، محنت کی عادت نہ ڈالو، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی کس طرح امید کر سکتے ہو۔ پس مالی اور جانی قربانیوں کیلئے خود بھی تیار ہو جاؤ اور اولادوں کو بھی قربانی کیلئے تیار کرو۔ اُن کو سختی، محنت اور مشقّت کا عادی بناؤ، ایثار اور سچائی کی عادت ڈالو، ہماری جماعت کو تو سچ پر اس طرح قائم ہونا چاہئے کہ اگر احمدی کوئی بات کہہ دے تو لوگ خاموش ہو جائیں کہ بس یہی سچی ہے۔ یہ دن لے آؤ پھر دیکھو کس طرح فتح قریب آتی ہے۔ جس طرح خدا تعالیٰ قریب بھی ہے اور دور بھی، اسی طرح مؤمن کی کامیابی دور بھی ہوتی ہے اور

نزدیک بھی۔ لوگ خدا کو کتنا دور سمجھتے ہیں کہ ساری عمر میں بھی اُس تک نہیں پہنچ سکتے مگر وہ اتنا قریب ہے کہ ایک منٹ میں انسان اُسے حاصل کرسکتا ہے یہی حال مؤمن کی کامیابی کا ہے۔ دنیا کو وہ سینکڑوں سالوں میں جا کر حاصل ہوتی ہے مگر مؤمن جب ارادہ کر لیتا ہے تو فوراً کامیاب ہوجاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دُور مت سمجھو اور اگر اپنی اور اپنی اولادوں کی اصلاح کرلو تو گو رات کو آسمان پر مایوسیوں کے بادل تمہیں نظر آتے ہیں مگر جب صبح اُٹھو گے تو تم ہی دنیا کے بادشاہ ہوگے۔

(الفضل ۲۲ رمئی ۱۹۳۶ء)

---

۱ ابراھیم:۱۴ ۲ آل عمران:۱۰۴

۳ اسدالغابۃ جلد۳ صفحہ۲۲۱۔ مطبوعہ ریاض ۱۲۸۶ھ

۴ بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاته

۵ آل عمران: ۱۱۹

۶ تذکرہ صفحہ ۱۸، ۱۹۔ ایڈیشن چہارم